انسانیت کا انجام

صفوۃ العلماء آقائے شریعت مولانا سید کلب عابد نقوی صاحب طاب ثراہ

آج جس طرف بھی نگاہ اٹھتی ہے تباہی و بربادی کے دیو انسانیت کو نگل جانے کے واسطے منہ کھولے دکھائی دیتے ہیں۔ ہلاکتوں کے آتش در دہاں اژدہے، خواہشات نفس، عیش پرستی اور عشرت کوشی کی آگ اخلاق و کردار کو جلا کر بھسم کرتے دکھائی دیتی ہے۔ نفسانیت روحانیت کا گلا گھونٹ کر اس کو موت کی نیند سلا دینے پر آمادہ ہے۔

ہر مملکت اپنے بجٹ کا بڑا حصہ آتش خیز اور ہلاکت زا ہتھیاروں پر صرف کر رہی ہے۔ مسابقہ اور مقابلہ کا وہ جذبہ جو عطیہ فطرت تھا جس کا مقصد تھا کہ انسان نیکیوں اور خوش کرداریوں، علم اور اخلاق میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں جس کا مطلب تھا **فاستبقوا الخیرات** اچھائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرو تا کہ کوئی ایک گام اٹھائے تو دوسرا دو قدم آگے بڑھے۔ نتیجہ میں پوری نوع ترقی کرتی چلی جائے۔ اب یہ دوڑ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، جراثیم پاش اور ہلاکت خیز ہتھیاروں میں ہو رہی ہے۔ ایسے مہلک ہتھیاروں کے ذخائر بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں جن میں ایک ایک یا صرف چند زمین کو شعلوں میں بدل دینے کے لیئے کافی ہیں مگر پھر بھی مقابلہ اور مسابقہ جاری ہے۔

آج شیطنت رجز خواں نظر آتی ہے، اہرمن جھوم جھوم کر **ھل من مبارز** کے نعرے لگا رہا ہے تو پھر کیا انسانیت دم توڑ دے گی، شیطنت غالب آجائے گی، آخری فتح اہرمن کی ہی ہوگی؟ لیکن یہ تو مقصد الٰہی اور وعدہ خداوندی کے منافی ہے۔

(۱) جب شیطان نے درخواست پیش کی تھی کہ یوم مبعث (قیامت) تک کی مہلت دیدے۔ اسی وقت یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ قیامت تک نہیں تجھے ایک وقت معلوم تک ہی مہلت دی جاسکتی ہے۔ جس کے بعد شیطنت کو مٹ جانا ہے کیونکہ انسانیت کو پھلنا پھولنا ہے۔

(۲) قرآن نے صاف صاف اعلان کیا ہے **یریدون ان یطفؤا نور اللہ بأفواھھم و یابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون** (توبہ)۔ پہلی آیت میں اعلان ہے خدا اپنے نور کی تکمیل کر کے ہی رہے گا چاہے کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔ دوسری، اللہ اس بات کے علاوہ ہر چیز سے منکر ہے اس کو اس کے علاوہ کچھ برداشت نہیں کہ اس کا نور مکمل ہو کر رہے۔

نور خدا کیا ہے؟ دین حق، معرفت الٰہی، کردار و عمل کی پاکیزگی، عدالت و انصاف۔

شرک و کفر، بدعت و ضلالت، ظلم و بد دیانتی وغیرہ اگر ظلمت نہیں تو پھر آیت الکرسی میں مومنین کو کس ظلمت سے

نکالنے اور کس نور میں پہنچانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کیا جب تک شرک و کفر، ظلم و بدعت، بے ایمانی و بے عدالتی، بدکرداری و بد اخلاقی کا ہلکا سا سایہ بھی موجود ہے کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کا وہ ارادہ جس کا نور اللہ بأفواھھم اور یابی اللہ الا ان یتم نورہ کے پرزور الفاظ میں اعلان کیا گیا تھا پورا ہو گیا اور نور الٰہی تکمیل کی آخری منزل تک پہنچ گیا اور اگر نہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک دن آئے گا جب یہ وعدۂ خداوندی پورا ہو کر رہے گا۔

(۳) اللہ کا ایک وعدہ ہے مومنین سے جس کا قرآن میں یوں ذکر ہے **وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا تشرکون بی شیئا۔** اللہ نے صاحبانِ ایمان و عمل صالح سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو زمین کی خلافت عطا فرمائے گا۔ اسی طرح جیسے پہلے بھی عطا کر چکا ہے۔ ان کو اس دین پر پوری پوری طرح عمل پیرا ہونے کی تمکنت عطا فرمائے گا جو ان کے لیے پسند کی گئی ہے کہ ان کے لیے ہر طرح کے خوف و خطر کو کامل امن و امان سے بدل دے گا کہ وہ بس اللہ کی بلا شرکت غیرے عبادت کریں۔ اس آیت میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں۔

(ا) ''الارض'' سے جب تک کوئی ذہنی یا خارجی قرینہ موجود نہ ہو پوری زمین مراد لی جائے گی۔ لہٰذا کل زمین کی خلافت عطا کرنے کا وعدہ ہے، بقعۃ من الارض کا نہیں۔

(ب) اسی طرح پوری زمین میں تمکن دین کا وعدہ ہے، دین کا تمکن یعنی احکام دین کا اجراء، قانون شریعت کا نفاذ۔

(ج) ہر طرح کا خوف دور کر کے مکمل امن کا قیام وہ امن نہیں جو وقتی طور پر طاقت کے زور سے قایم کیا جائے اور دبا ہوا فاسد مادہ مختلف جگہ پھوڑوں کی طرح ظاہر ہوتا رہے۔

(د) بس میری عبادت کریں گے اور ایسی عبادت جس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہوگی۔ شیطان کی بھی نہیں اور ہوا و ہوس کی بھی نہیں۔

اگر یہ وعدہ سچا ہے اور یقینا سچا ہے۔ اصدق الصادقین کا وعدہ ہے اور ابھی تک پورا نہیں ہوا اور یقینا پورا نہیں ہوا کیونکہ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار کی انتہا میں بھی جس کے لیے بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے پر ناز ہے زمین کی وسعتوں کو دیکھتے ہوئے ایک چھوٹے ہی حصہ پر قبضہ کیا تھا۔

اور قبضہ کا مطلب بھی بس خراج وصول کر کے خزانوں کو بھرنا اور غلاموں اور کنیزوں کے انبوہ کا دارالخلافہ میں پابہ جولاں آنا لوٹی ہوئی دولت کو عیاشیوں میں اور کنیزوں کو حیوانی جذبات کی تسکین کے لیئے استعمال کرنے کے علاوہ کیا تھا۔ کیا اس دور میں بھی پوری زمین پر قبضہ تھا، کیا مملکت اسلامی میں بھی قانون شریعت صحیح معنوں میں نافذ تھا دوسری جگہوں کو چھوڑیئے کیا دارالخلافہ میں بھی سچے مومن کے لیے امن و امان تھا۔ کیا سرود کی بلند ہوتی ہوئی آوازیں، مَے انگبیں کے جام، مظلوموں کی آہیں اور ظالموں کے بلند بانگ قہقہے۔ عبادت شیطانی تھی یا اللہ کی خالص عبادت

تو جب ابھی تک وعدۂ الٰہی کا کوئی جز بھی پورا نہیں ہوا اللہ اور اس کے رسولؐ کی صداقت پر ایمان بھی ہے تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ اس دن کا انتظار کیا جائے جب یہ خدائی وعدہ پورا ہونے والا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آیت میں وعدہ ہے کہ اسی طرح خلافت دیں گے جیسے پہلے والوں کو دی تھی۔ پہلے والوں کو کب پوری زمین کی خلافت ملی تھی جو مسلمانوں کو ملے گی۔ لیکن قابل لحاظ یہ بات ہے کہ وعدہ وسعت اقتدار کا نہیں طریقہ حصول اقتدار کے متعلق ہے۔ یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اتنے ہی حصہ کی حکومت دوں گا جتنی پہلے والوں کو دی تھی۔ وعدہ یہ ہے کہ اسی طرح دوں گا جس طرح پہلے والوں کو دی تھی۔ یعنی یہ اقتدار دنیا والوں کا ووٹ کا بخشا ہوا نہ تھا بلکہ یہ خلافت آدم، نوح، داؤد کی طرح میری بخشی ہوئی ہوگی، الیکشن کی نہیں سلیکشن ہوگا۔

(۴) **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون** ۔ ہم نے زبور میں ذکر (ذکر خدا یا توریت) کے بعد لکھ دیا ہے کہ یقیناً زمین کے وارث میرے صالح اور نیک کردار بندے ہوں گے۔ کیا مطلب؟ زمین کے کسی چھوٹے حصے سے، کسی مختصر مملکت کے؟ تو صالح بندوں کی اس میں کیا خصوصیت کیا فرعون، نمرود، چنگیز وغیرہ مالک نہیں ہوتے رہے۔ لہٰذا جیسا کہ لفظ ''الارض'' سے معلوم ہوتا ہے پوری زمین کی میراث ہے وہ اعلان جو توریت میں موجود، زبور میں جس کا تذکرہ، قرآن جس کو نقل کر رہا ہے وہ اب تک پورا ہوا اور اگر نہیں پورا ہوا تو کبھی نہ کبھی اس کو ضرور پورا ہونا ہے۔

(۵) **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ الکافرون** (توبہ ۳۳) **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ الکافرون** (فتح ۲۸) قرآن مجید میں دو مقام پر پرزور الفاظ میں اعلان ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اسی لیے مبعوث کیا ہے کہ ان کا دین تمام ادیان باطلہ پر غالب آجائے چاہے مشرک کتنا ہی ناپسند کریں، چاہے کافروں کو کتنا ہی یہ بات پسند نہ ہو۔

کیا دین حق نے تمام باطل ادیان کو مٹا دیا، کیا دین اسلام ہر دین پر غالب آ گیا۔ اگر نہیں اور اللہ نے رسول کی بعثت کا مقصد یہی بیان کیا ہے تو یقیناً آخرکار اللہ کے مقصد کو پورا ہونا ہے اور ایک وہ وقت آنا ہے جب تمام باطل ادیان کرۂ ارض سے مٹ جائیں اور اسلام، صرف اسلام کا پرچم لہرا رہا ہو۔

اچھا آیئے اب آیات سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ دیکھیے کہ نظام فطرت اور انداز تخلیق جس کو قرآن نے سنت الٰہی کہا ہے جس کے لیے اعلان ہے **لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا** سنت الٰہی میں کبھی تبدیلی نہ ہوگی۔ وہ سنت جو پوری کائنات میں جاری ہے اور جس سے انسان بھی الگ نہیں۔ سورۂ اعلیٰ کی ابتدائی آیت ہے **سبح اسم ربک الاعلیٰ الذی خلق فسویٰ والذی قدر فھدیٰ**۔ اس بزرگ و برتر رب کے نام کی تسبیح پڑھ جس نے پیدا کیا اور درست کیا، جس

نے معین و مقدر کیا۔ خلق و تسویہ، تقدیر و ہدایت کا مطلب ہے ہر شے کو اس کے مناسب صلاحیتیں عطا فرمانا، کمال کی منزل معین کرنا اور تکوینی طور پر اس کی ہدایت کرنا۔

آیئے انداز تخلیق دیکھیے کہ وہ بخارات اور گیسز کے دل بہ دل جو اصل کائنات ہیں جن کی تعبیر قرآن نے ''وھی دخان'' سے فرمائی ہے۔ جس میں آفتاب، ماہتاب ستارے، سیارے تمام کہکشائیں غرض پوری کائنات سمٹی ہوئی تھی۔ جب اللہ نے تخلیق کا ارادہ فرمایا تو ان بخارات کو اس طرح تقسیم فرمایا کہ نئی نئی کہکشائیں، نئے نئے نظامہائے شمسی بنتے چلے جائیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے: **ان السموات والارض کانتا رفقا ففتقناھما** سب آسمان اور زمین ایک دوسرے میں لپٹے ہوئے اور جڑے ہوئے تھے، ہم نے ان کو جدا کیا۔ ہمارے نظام شمسی میں ایک مختصر سا سیارچہ زمین کی شکل میں گہوارۂ فطرت میں جھول رہا ہے اور اس حسین گہوارہ میں شہزادۂ کائنات یعنی انسان پرورش پا رہا ہے۔ آج تو دنیا جانتی ہے کہ وہ مادہ جو بنیاد کائنات ہے، راہ ترقی کا سالک ہے، مادے کا کمال تھا کہ ایسی زمین بنے جس کے سینے پر دریاؤں اور سمندروں کی شکل میں پانی کروٹیں لے اور دوش ہوا پر رواں دواں ہو۔ زمین اور پانی کا کمال تھا کہ یہ سانس لیتے ہوئے جاندار کی شکل اختیار کرے۔ حیات کا کمال تھا کہ بلند ہوتے ہوئے انسان کی منزل قرار پائے۔ مادہ ارادۂ الٰہی کے ماتحت سیکڑوں کروٹیں بدلتا ہوا اس قابل قرار پایا کہ انسانی روح کا مرکز قرار پا سکے۔

انسان میں بھی انداز تخلیق نہ بدلا۔ وہ جرثومۂ حیات جو اتنا چھوٹا تھا کہ بغیر خوردبین کے دیکھا نہ جا سکتا تھا لیکن اپنے اندر صلاحیتوں کی دنیا سمیٹے تھا۔ رحم مادر کے مناسب ماحول میں ترقی کر کے جنین بنا اور جب رحم کی محدود دنیا میں ترقی کی گنجائش نہ رہی تو مولود کی شکل میں زمین پر آیا تو مولود مناسب آب و ہوا اور غذا کے سہارے ترقی کی راہوں پر بڑھ کر جوان رعنا کی شکل میں، منزل کمال تک پہنچا۔ فرد سے قطع نظر پوری نوع راہ کمال پر گامزن ملتی ہے۔ وہی انسان جو لباس سے عاری تھا اور جانوروں کی طرح غاروں میں زندگی بسر کرتا تھا اس کی حفاظت کے ہتھیار، اس کے ناخون اور دانت تھے آج ترقی کرتا ہوا ستاروں سے باتیں کر رہا ہے اور اس کی بلند ہمتی کہہ رہی ہے ''ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں'' مگر انسان میں ملک یا حیوان کی طرح ایک ہی جذبہ نہیں ہے اس میں قدرت نے ملکوتیت و حیوانیت کو سمو دیا ہے۔ اس میں ایک وہ مادی پہلو ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیطان نے کہا تھا کہ **أسجد لمن خلقت طیناً** اور دوسرا وہ روحانی جذبہ ہے جس کے لیئے اللہ نے فرمایا تھا **نفخت فیه من روحی** ابھی تک تمام تر ترقیاں اس کے مادی اور حیوانی جذبہ کی ہیں، ابھی تک اس کا روحانی پہلو خوابیدہ ہے۔ کیا انسان کے روحانی قویٰ کے لحاظ سے انداز تخلیق بدل جائے گا، سنت الٰہی تبدیل ہوجائے گی، کیا قدرت کو یہ گوارہ ہوگا کہ انسان اپنے مادی جذبات کی تسکین کے لیئے ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں سے کرۂ ارض کو آگ کے گولے میں بدل کر سب کچھ ختم کردے اور انسان انسان

کی حیثیت سے اپنی منزل کمال تک نہ پہنچے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا یہ سنت الٰہی میں تبدیلی ہے جس کے لیئے ارشاد ہے **لن تجد لسنة الله تبديلا، لن تجد لسنة الله تحويلا** انسان کی روحانیت اور اس کی انسان کی حیثیت سے تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب دنیا میں حقیقی امن اور ایمان کا رواج ہو عقاید و اعمال ہر طرح کی باطل کی آمیزش سے پاک ہوکر رواج پائیں۔

آیئے ایک اور انداز سے بھی دیکھئے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب اور مشہور ادیان، ہمارے ملک کا ہندو دھرم ، ایران کا قدیم زرتشتی مذہب، عیسائیت ، یہودیت غرض تمام مذاہب عالم اس پر متفق ہیں کہ آخری کامیابی انسانیت کی ہوگی، شیطنت کی نہیں۔ اہرمن کی قسمت میں شکست ہے، یزدانیت کو پھلنا پھولنا ہے۔ آخر میں کوئی نہ کوئی مصلح اعظم عدل و انصاف کا پیامبر بن کر آئے گا جو برائیوں اور بداخلاقیوں کو تہس نہس کر کے دنیا کو جو نمونۂ جہنم تھی بہشت زار بنا دے گا۔ کسی مصلح اعظم کے تصور کا تمام قدیمی مذاہب میں پایا جانا تقریباً مسلمات میں سے ہے۔

اب آیئے دیکھیں اس آخری دور میں آنے والے مصلح اعظم، منتظر عالم کے متعلق احادیث کیا کہتی ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے کچھ لکھوں وہابیوں کے مشہور و معروف عالمی ادارے (جس کو سعودیہ عربیہ کی حکومت چلاتی ہے) مؤتمر عالم اسلامی کے شعبہ المجمع الفقهى الاسلامى جس کے متعلق فقہی مسائل کے متعلق فتوے جاری کرنا ہے۔ ہم اس سلسلہ میں کینیا سے آئے ہوئے ایک سوال کا جو جواب چند سال پہلے (۱۹۷۶ء) میں دیا ہے اس کو نقل کر رہے ہیں۔ یہ فتویٰ شیخ محمد منتصر کنانی نے لکھا ہے اور اس شعبہ سے متعلق ۱۵ دیگر علماء نے اس کی تائید کی ہے۔

بعد التحية

ایک کینی مسلمان کے جواب میں جس نے مہدی منتظرؑ، ان کے ظہور کے زمانے، وہ جگہ جہاں سے ظہور کریں گے اور اس سلسلہ کی دیگر قابل قبول باتوں کے متلق سوال کیا ہے۔ (تو جواب یہ ہے کہ) وہ محمد بن عبداللہ حسنی علوی فاطمی مہدی کے منتظر ہیں۔ ان کا خروج آخری زمانے میں ہوگا جو قیامت کبریٰ کی علامتوں سے ایک علامت ہے۔ وہ مغرب کی جانب سے ظہور کریں گے، مکہ مکرمہ میں رکن و مقام کعبہ، کعبہ اور حجر اسود کے درمیان قلزم کے پاس ان کی بیعت کی جائے گی۔ ان کا ظہور اس وقت ہوگا جب زمانہ میں فتنہ وفساد، کفر و ظلم عام ہو چکا ہوگا۔ وہ زمانہ کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے مملو تھا۔ پورے عالم پر حکومت کریں گے اور تمام دنیا ان کی اطاعت میں سرخم کر دے گی، کچھ مان کر اور کچھ جنگ کے ذریعہ سے۔ وہ سات سال حکومت کریں گے۔ جناب عیسیٰ ان کی شہادت کے بعد (آسمان) سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے (بعض روایات کی بناء پر) یا انھیں کے ساتھ نازل ہوں گے اور باب لُد پر جو فلسطین میں ہے دجال کے قتل میں امام کی مدد فرمائیں گے۔ (امام مہدیؑ) ان بارہ خلفاء راشدین کے آخری خلیفہ ہوں گے جن کی اطلاع صحیح احادیث میں دی گئی ہے۔

اس کے بعد فتوے میں ان اصحاب رسول اور

تابعین اوران معتبر کتابوں کا ذکر ہے جن میں یہ خبر وارد ہے۔ ان کتابوں کا تذکرہ ہے جو علمائے اہلسنت نے خاص طور پر امام زمانہؑ کے سلسلہ میں تحریر کی ہیں۔ پھر لکھتے ہیں: وہ آخری مفصل مضمون جو اس سلسلہ میں ہمارے علم واطلاع میں تحریر کیا گیا ہے وہ مدینہ یونیورسٹی کے مدیر کا مقالہ ہے جو یونیورسٹی سے نکلنے والے جریدہ کی کئی اشاعتوں میں لکھا گیا ہے۔

نتیجہ بحث میں تحریر کرتے ہیں ''حفاظ ومحدثین نے نص کردی ہے کہ مہدیؑ کے سلسلہ کی بعض احادیث صحیحہ اور بعض جن میں مجموعی طور پر خبر متواتر ہے جس کا تواتر اور صحت قطعی ویقینی ہے۔

مہدی کے خروج کا اعتقاد واجب ہے۔ یہ اہلسنت والجماعت کے اعتقاد میں داخل ہے۔ اس کا منکر یا سنت سے جاہل یا عقیدے کے اعتبار سے بدعتی ہے۔

اس فتوی کے بعد حضرات اہلسنت کے طرق سے مروی احادیث کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بس اتنی واضح بات ہے کہ اہلسنت کی بعض رسالتمآبؐ سے مروی روایات میں یہ بھی ہے کہ **اسم ابیہ اسم ابی** ان کے والد بزرگوار کا نام میرے پدر بزرگوار کے نام کے مطابق ہوگا اور بعض روایات میں ہے کہ وہ میرے بیٹے حسن کی اولاد سے ہوگا۔ اسی بناء پر شیخ محمد منتصر لبنانی نے امام کا اسم مبارک محمد بن عبداللہ اور آپ کو حسنی تحریر کیا ہے۔ حالانکہ شیعوں کے نزدیک متفقہ طور پر آپ کے والد کا نام امام حسن عسکری ہے اور آپ حسنی نہیں حسینی ہیں۔ اس اختلاف کا سبب بظاہر راوی کا اشتباہ ہے۔ رسول نے فرمایا ہوگا **اسم ابیہ اسم ابنی** ان کے باپ کا نام میرے فرزند امام حسنؑ کے نام کے مطابق ہوگا۔ کتابت روایت میں نون کا نقطہ رہ گیا اور ابنی کے بجائے پڑھنے والے نے ابی پڑھا۔ اس طرح رسالتمآبؐ نے فرمایا ہوگا کہ وہ اس کے فرزند ہوں سے جس کا نام حسن ہوگا اور راوی سمجھا اس سے مطلب ہے کہ وہ امام حسنؑ کی اولاد میں ہوں گے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اہلبیت علیہم السلام سے مروی متواتر احادیث میں تصریح ہے کہ آپ حسینی اور فرزند امام حسن عسکریؑ ہیں۔ **اھل البیت ادریٰ بما فی البیت** گھر والے ہی گھر کی باتوں کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا اہلبیت کی روایات مذکورہ بالا توجیہہ کے لیئے واضح قرینہ ہیں۔

اقوال امام محمد باقر علیہ السلام:

☆ جو شخص کسی مسلمان کو دھوکہ دے یا ستائے وہ مسلمان نہیں۔

☆ بزرگوں کا احترام کرو کیونکہ ان کا احترام خدا کی عبادت کے مانند ہے۔

☆ کم عقلی سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اور اعتقاد کی کمی سے بڑھ کر کوئی کم عقلی نہیں اور گناہ کو حقیر سمجھنے سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔

☆ بڑے گناہوں کا کفارہ بیکسوں کی مدد اور غریبوں کی دلجوئی میں ہے۔